امر بالمعروف و نہی عن المنکر

محتسب کی صفات و آداب

افادات امام ابو حامد محمد الغزالیؒ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ صحیح طور پر انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ محتسب چند صفات و آداب کا حامل ہو۔ یہ صفات و آداب تفصیل کے ساتھ اپنے اپنے مقام پر بھی بیان کیے جاسکتے ہیں' تاہم ان سب کی روح اور منشا کو تین بنیادی صفات کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے'

ایک' علم

دوسرے' ورع

تیسرے' حسنِ خلق

علم

علم اس لیے ضروری ہے کہ محتسب کو یہ اچھی طرح جاننا چاہیے کہ کن مقامات پر اسے احتساب کرنا چاہیے' اور یہ احتساب کن حدود میں کیا جانا چاہیے۔ یہ معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ کن حالات میں اور کن مواقع پر اسے احتساب سے رک جانا چاہیے۔ محتسب کو یہ علم حاصل ہوگا' جب ہی یہ ممکن ہوگا کہ وہ احتساب کرتے ہوئے شریعت کی حدود کے اندر رہے۔

ورع

ورع اس لیے ضروری ہے کہ محتسب کا عمل اس کے علم کے خلاف نہ ہو۔ عموماً ہر علم رکھنے والا اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ محتسب' یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ حدودِ شریعت سے تجاوز کررہا ہے' اپنی کسی غرض کے لیے احتساب کرتا ہے۔ اس میں ورع کی صفت ہوگی' تو علم اور عمل کا یہ تضاد پیدا نہیں ہوگا' اگر محتسب علم اور عمل میں تضاد

کے باوجود احتساب کرے گا' تو لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے اور گستاخی کے مرتکب ہوں گے' جب کہ محتسب کا مقام یہ ہونا چاہیے کہ اس کی گفتگو اور نصیحت کو قبولیت حاصل ہو۔

حسنِ خلق

حسنِ خلق اس لیے ضروری ہے کہ محتسب کے اندر نرمی اور ملائمت پیدا ہو۔ یہ صفت صحیح احتساب کے لیے اصل بنیادی صفت ہے۔ اس صفت کے بغیر' علم اور ورع احتساب کے عمل کو صحیح رکھنے کے لیے کافی نہیں۔ کیوں کہ جب غصہ آتا ہے تو صرف علم اور ورع اس پر قابو پانے کے لیے کافی نہیں ہوتے جب تک کہ طبیعت میں حسنِ خلق کی صفت نہ ہو۔ ورع بھی اسی وقت کامل ہوتا ہے جب اس کے ساتھ حسنِ خلق ہو اور اپنی خواہشات اور غصے پر قابو ہو۔ ایسے ضبطِ نفس ہی سے محتسب دین کی پابندی کرنے والا اور دین کا حمایتی بن سکتا ہے۔ محتسب حسنِ خلق سے عاری ہوگا' تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جب کوئی اسے گالی دے گا' یا مارے گا' یا کوئی آفت اس کی عزت یا جان و مال پر پڑے گی' تو وہ محاسبہ کا عمل چھوڑ کر' نیز دین کے احکام سے غافل ہوکر' اپنی فکر میں مشغول ہوجائے گا۔ بعض اوقات محتسب' احتساب اسی لیے کرتا ہے کہ اس کا نام ہو اور اسے عزت حاصل ہو۔

ان تین صفات ہی کی بنیاد پر محتسب احتساب کا عمل صحیح طریقے سے انجام دے سکے گا' جس پر اسے ثواب حاصل ہوگا۔ ان تین صفات ہی سے منکر دور بھی کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ تین صفات نہ ہوں تو منکر بھی دور نہ ہوگا' اور تعجب کی بات نہ ہوگی کہ احتساب شریعت کی حدود سے باہر نکل جائے اور خود ہی ایک منکر بن جائے۔

ان بنیادی صفات و آداب پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی شخص کرے جو امر کرتے ہوئے بھی نرمی برتے' اور نہی کرتے ہوئے بھی نرمی اختیار کرے۔ اسے بردبار ہونا چاہیے' امر کرنے میں بھی بردبار ہو اور نہی کرنے میں بھی بردبار ہو۔ نیز منع کرنے میں صحیح فہم اور سمجھ رکھتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلق فہیم ہونا شرط نہیں ہے' بلکہ امر و نہی کی حدود و آداب کا صحیح فہم حاصل ہونا شرط ہے۔ یہی معاملہ بردباری کا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ اگر تم امر بالمعروف کرو تو سب سے بڑھ کر خود معروف اختیار کرو' ورنہ تم ہلاک ہوجاؤ گے۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ فسق کے صادر ہوجانے سے امر بالمعروف کا فریضہ ساقط ہوجاتا

ہے۔ البتہ یہ جاننا ضروری ہے کہ فاسق کا فسق ظاہر ہو جانے کے بعد اس کے کہنے کا اثر لوگوں کے دلوں پر نہیں ہوتا۔ امر بالمعروف کا فریضہ انجام دینے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ محتسب پہلے خود سب گناہوں سے اجتناب کرے پھر امر بالمعروف کرے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا جب تک ہم سب باتوں پر خود عمل نہ کرلیں' امر بالمعروف کا کام نہ کریں ؟ اور کیا جب تک ساری بری باتوں سے خود اجتناب نہ کرلیں' دوسروں کو بری بات سے منع نہ کریں ؟ آپؐ نے فرمایا' نہیں --- امر بالمعروف کرو' اگرچہ سب معروف پر خود عمل نہ کرتے ہو' اور منکر سے روکو' اگرچہ سب منکرات سے خود اجتناب نہ کرتے ہو۔

صبر

ہمارے اسلاف میں یہ روایت بھی رہی ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے کہ جب تم امر بالمعروف کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے دل میں یہ طے کرلو کہ تم صبر کرو گے' اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ثواب عطا کرے گا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملنے کا یقین ہو' اسے ایذا کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ احتساب کے آداب میں صبر کرنا بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف کے ساتھ ہی صبر کا ذکر فرمایا' قرآن مجید میں حضرت لقمان کا قول اس طرح نقل کیا گیا ہے :

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ (سورۃ لقمان ۳۱:۱۷)

بیٹا نماز قائم کر' نیکی کا حکم دے' بدی سے منع کر' اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر۔

دنیا سے تعلق

احتساب کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ محتسب دنیا کے ساتھ اپنا تعلق کم کردے' تاکہ احتساب کرتے ہوئے اسے کسی نقصان کا خوف نہ ہو۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ خلقِ خدا سے کوئی لالچ بھی نہ رکھے تاکہ مداہنت نہ پیدا ہو۔

ایک بزرگ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے پاس ایک بلی تھی' جس کے لیے وہ ہمسائے قصائی سے چھیچھڑے لایا کرتے تھے۔ ایک روز انہوں نے اس قصائی کو کسی منکر میں مبتلا دیکھا۔ وہ گھر گئے اور بلی کو گھر سے باہر نکالا۔ پھر قصائی کو اس برائی سے منع کیا۔ اس نے کہا کہ آئندہ بلی

کے لیے کچھ نہ دوں گا۔ انہوں نے فرمایا' میں نے احتساب اسی وقت کیا ہے جب بلی کو باہر نکال چکا ہوں اور تجھ سے لالچ کو ختم کر چکا ہوں۔

ان کی یہ بات کھری حقیقت پر مبنی ہے' کیونکہ جو شخص خلق سے لالچ ختم نہیں کرے گا وہ احتساب کا حق ادا نہیں کرسکے گا۔ جس کو یہ لالچ ہو کہ لوگوں کے دل ہمیشہ اس کی طرف سے اچھے رہیں اور سب اس کی تعریف کریں' تو اس سے احتساب کیسے ہوسکے گا۔ کعب احبارؒ نے ابومسلم خولانیؒ سے پوچھا کہ تمہارا مقام تمہاری قوم کی نگاہوں میں کیسا ہے۔ انہوں نے کہا' اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا تورات میں تو لکھا ہے کہ جب آدمی امربالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے تو اس کا مقام اس کی قوم کی نگاہوں میں گر جاتا ہے۔ ابومسلمؒ نے جواب دیا کہ تورات سچ کہتی ہے۔

نرمی

خلیفہ مامون کو ایک واعظ نے نصیحت کی' اور درشت بات کہی۔ مامون نے کہا' نرمی سے بات کرو۔ دیکھو' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو' جو تم سے بہتر تھے' فرعون کے پاس بھیجا' جو مجھ سے بدتر تھا' مگر ان کو نرمی سے بات کرنے کی ہدایت کی۔ فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ○ (طٰہٰ ۲۰ : ۴۴)

اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا' شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا وہ ڈر جائے۔

محتسب کو نرمی کے معاملے میں انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنا چاہیے۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک جوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبیؐ ' آپ مجھ کو زنا کی اجازت دے دیجیے۔ لوگوں نے اس کو برا بھلا کہا۔ آپؐ نے فرمایا' ٹھہر جاؤ' پھر اس سے فرمایا' قریب آو۔ وہ قریب آکر حضور اکرمؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا' کیا تم اپنی ماں کے لیے زنا کو پسند کرو گے ؟ اس نے کہا نہیں' اللہ تعالیٰ مجھے آپؐ پر قربان کرے۔ آپؐ نے فرمایا' مردوں کا یہی کام ہے کہ وہ اپنی ماں کے لیے زنا پسند نہیں کرتے۔ پھر آپؐ نے فرمایا' بھلا تم اپنی بیٹی کے لیے زنا کو پسند کرو گے ؟ اس نے کہا نہیں' اللہ تعالیٰ مجھے آپؐ پر فدا کرے۔ آپؐ نے فرمایا' مرد ایسے ہی ہوتے ہیں کہ زنا کو اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر فرمایا' کیا تم اپنی بہن کے لیے زنا کو پسند کرو گے ؟ ابن عوفؓ نے اپنی روایت میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ آپؐ نے اسی طرح پھوپھی اور خالہ کا ذکر فرمایا' اور وہ ہر ایک کے جواب میں وہی بات کہتا تھا جو اوپر گزری ہے۔ آپؐ ہربار فرماتے تھے' مرد ایسے ہی ہوتے ہیں کہ زنا کو پسند نہیں کرتے۔

ابن عوفؓ اور ابوامامہؓ دونوں بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس جوان کے سینے پر رکھا اور فرمایا' اے اللہ تو اس کا دل پاک کر اور اس کا گناہ معاف کر' اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ رکھ۔ راوی کہتا ہے کہ پھر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک زنا سے بری نہ تھی۔

فضیل بن عیاضؒ سے سفیان بن عینیہؒ کے بارہ میں پوچھا گیا کہ وہ بادشاہوں سے انعامات قبول فرماتے ہیں۔ آپ نے معترضین سے تو فرمایا کہ وہ اس سے تو کم ہی لیتے ہیں جو ان کا حق بنتا ہے۔ پھر آپ نے سفیان بن عینیہؒ کو الگ لے جاکر زجرو توبیخ کی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یوں کہا کہ اے گروہ علماء! تم شہروں میں چراغ تھے جن سے لوگ روشنی حاصل کرتے تھے' اب تم تاریکی اور ظلمت بن گئے ہو۔ تم ستارے تھے جن سے لوگ راہ پاتے تھے' اب تم باعثِ حیرت ہوگئے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ ان امراء کا مال لیتے ہو' حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ یہ مال ان کے پاس کہاں سے آتا ہے' پھر اپنی کمر تکیے سے لگا کر اللہ کے رسولؐ کے ارشادات روایت کرتے ہو۔ سفیانؒ نے سر اٹھا کر کہا' آہ' آہ۔ پھر انہوں نے کہا' خدا کی قسم' اے ابوعلی' اگر ہم خود نیک نہیں ہیں تو نیکوں سے محبت ضرور کرتے ہیں۔

حماد بن سلمہؒ کہتے ہیں کہ صلتہ ابن اشیمؒ کے پاس ایک شخص آیا' جس کا پاجامہ نیچے لٹکا ہوا تھا۔ ان کے مریدوں نے چاہا کہ اس کے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا معاملہ میرے سپرد کردو' میں تم کو اس تردد سے بچا دوں گا۔ آپ اس کے قریب گئے اور فرمایا' میرے بھتیجے' مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ اس نے کہا چچا جان' وہ کیا ہے؟ فرمایا' میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا پاجامہ خود اونچا کرلو۔ اس نے کہا بہت بہتر' اور اس نے اپنا پاجامہ فوراً اونچا کرلیا۔ پھر آپ نے مریدوں سے کہا کہ اگر تم اس کے ساتھ سخت گیری کرتے تو یہ انکار کردیتا اور تم کو برا بھلا کہتا۔

محمد بن زکریا غلابیؒ کہتے ہیں کہ ایک رات وہ عبداللہ بن محمد بن عائشہؒ کے پاس گئے۔ وہ مغرب پڑھ کر اپنے مکان کی طرف آرہے تھے۔ دیکھا تو راستے میں قریش کا ایک خوبصورت و توانا جوان شراب پیے ہوئے کھڑا تھا' اور ایک عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا۔ اس عورت نے فریاد کی اور مدد چاہی۔ لوگوں نے جمع ہوکر اس جوان کو مارنا شروع کیا۔ ابن عائشہؒ نے اس جوان کو پہچان لیا' اور لوگوں سے کہا' میرے بھتیجے کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ پھر انہوں نے اس کو اپنے پاس بلایا' وہ شرماتا ہوا پاس آیا۔ آپ نے اس کو سینے سے لگایا' اور کہا' میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ آپ اسے اپنے گھر لے آئے' اور اپنے خادم سے کہا' اسے اپنے پاس سلاؤ' جب اس کا نشہ اترے تو جو

بقیہ بر صفحہ ۱۸